سلسلۂ تقاریر "تعارف الکتاب"

ڈاکٹر اسرار احمد

۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا ؕ کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (ھود: ٦)

قرآن حکیم کا بارہواں پارہ "وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور اسی نام سے موسوم ہے۔ اس کے نصف سے زائد پر سورۂ ہود پھیلی ہوئی ہے اور بقیہ حصّے میں سورۂ یوسف کا تقریباً نصف حصہ آگیا ہے۔ سورۂ ہود کے مضامین سورۃ الاعراف کے مضامین سے بہت مشابہ ہیں۔ اس کے اکثر حصّے میں اولوالعزم من الرسل یعنی چھ اولوالعزم رسولوں کا ذکر ہے جن کی قوموں نے ان کی دعوت سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا یعنی قومِ نوح جن کی طرف حضرت نوح علیہ السلام بھیجے گئے، قومِ عاد جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے، قومِ ثمود جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے، قومِ لوط جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا، اصحابِ مدین جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے، اور آلِ فرعون جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے۔ ان قوموں کے حالات کا ذکر قرآن مجید میں جو بار بار آیا ہے تو وہ درحقیقت اہلِ عرب کو بالعموم اور قریشِ مکہ کو بالخصوص تنبیہ کے لیے آیا ہے کہ اگر تم نے بھی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی روش اختیار کی تو تمہارا حشر اور انجام بھی وہی ہوگا جو سابقہ امتوں اور قوموں کا ہو چکا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے حالات قرآن مجید میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اسی سورۂ مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں اور ان کے احوال کے ضمن میں وہ دردناک نقشہ بھی پیش کر دیا گیا ہے کہ جب عذابِ الٰہی نازل ہو گیا اور طوفان آگیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور اہلِ ایمان کشتی میں سوار ہو گئے تو حضرت نوحؑ نے اپنے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ بھی اسی سیلاب میں ہاتھ پاؤں

مار رہا ہے تو حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا: یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿ (ہود: ۴۲) "میرے بیٹے آؤ اور اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کا ساتھ نہ دو"۔ لیکن اس کی نگاہ اسباب و وسائل پر تھی، لہٰذا اس بدبخت نے جواب دیا: سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ "میں عنقریب پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، جو مجھے پانی کے اس سیلاب سے بچا لے گا"۔ حضرت نوحؑ نے انتہائی دردناک پیرائے میں فرمایا: لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ "آج کے دن اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم کھائے"۔ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿ (ہود: ۴۳) "اسی اثنا میں ایک بڑی موج باپ اور بیٹے کے مابین حائل ہو گئی اور بیٹا غرق ہو گیا"۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں رشتہ داریوں کا معاملہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ایک جلیل القدر پیغمبرؑ کا بیٹا بھی اگر کفار کے ساتھ تھا تو انہی کے انجام کے ساتھ دوچار ہوا، اور پیغمبر کی نگاہوں کے سامنے وہ بھی غرق ہونے والوں کے ساتھ ہو گیا۔ یہی بات ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے انتہائی قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو جمع کر کے ہر ایک سے فرداً فرداً فرمائی۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ﴿ (مسلم، ترمذی) "اے فاطمہ محمدؐ کی بیٹی (رضی اللہ عنہا) خود اپنے آپ کو آگ سے بچانے کی فکر کرو، اس لیے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے بارے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔"

سورۂ ہود کے بعد قرآن مجید میں سورۂ یوسف آتی ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ پورے قرآن مجید میں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس پوری سورۃ میں ایک ہی نبی کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے احوال۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو حجاز میں بیت اللہ کے قریب آباد کیا۔ اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو فلسطین میں آباد کیا۔ ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے اور انہی سے بنی اسرائیل ایک عظیم قوم اور ایک بڑی امت دنیا میں چلی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، دس بڑی بیوی سے اور دو چھوٹی بیوی سے۔ یہ دو حضرت یوسفؑ اور ان کے حقیقی بھائی بنیامین تھے۔ حضرت یعقوبؑ کو ان دونوں سے بہت

پیار تھا۔ بڑے بیٹوں میں اس سے حسد اور رقابت کا مادہ پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت یوسفؑ کا کانٹا اپنے راستے سے نکالنے کے لیے باہمی مشاورت سے حضرت یوسفؑ کو ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے ان کی اس عداوت و دشمنی کو حضرت یوسف علیہ السلام کے دنیاوی عروج کا زینہ بنا دیا۔ چنانچہ اس راستے سے گزرنے والے قافلے کے پانی بھرنے والے شخص نے جب اپنا ڈول اس کنویں میں پھینکا تو حضرت یوسفؑ اس کی رسی پکڑ کر باہر آ گئے۔ قافلے والوں نے انہیں غلام بنا لیا اور بڑی جلدی سے، مبادا کوئی ان کا طلب گار یا دعوے دار آجائے، فوراً مصر پہنچ گئے اور انہیں اونے پونے داموں فروخت کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیے کہ حضرت یوسفؑ کے خریداروں میں اس وقت کا ایک بہت بڑا عہدیدار عزیزِ مصر تھا۔ اس نے حضرت یوسفؑ کو خریدا اور اپنی بیوی کو خصوصی ہدایت کی کہ اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے ﴿عَسٰۤى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ (یوسف: ۲۱) "ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو اور کیا عجب کہ ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں"۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے مختارِ مطلق ہے: ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ "اکثر لوگوں کو اس کا فہم نہیں ہے کہ لوگ کسی کا بُرا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا برا چاہنے ہی سے اس کے حق میں کسی خیر کا فیصلہ صادر فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خصوصی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے برادر! اس حقیقت کو ذہن نشین کر لے کہ اگر سب لوگ مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو نہ پہنچا سکیں گے مگر بس اتنا کہ جتنا اللہ نے لکھ دیا ہو اور تمام انسان مل کر تمہیں فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکیں گے مگر صرف اتنا کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہو۔ عجیب بات یہ ہے کہ عزیزِ مصر نے اپنی بیوی کو تلقین کچھ اور کی تھی لیکن اس کی نیت کسی اور طرف بھٹک گئی۔ اس نے حضرت یوسفؑ کو گناہ کی دعوت دی، حضرت یوسفؑ پر اللہ کا فضل ہوا کہ انہوں نے اس گناہ کی دعوت کو ٹھکرا دیا، لیکن وہ بدبخت اس سے تلملا کر رہ گئی اور اس نے حضرت یوسفؑ سے عداوت اور دشمنی کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجے میں بالآخر حضرت یوسفؑ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ لیکن انبیاء و رُسل اور اللہ کی طرف بلانے والوں کی یہ عجیب سُنّت ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مشن کے لیے راستہ نکال لیتے ہیں، چنانچہ حضرت یوسفؑ نے جیل میں بھی دعوتِ توحید کا آغاز کر دیا۔ اپنے جیل کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: ﴿يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ﴾

(یوسف: ۳۹) "اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر چھایا ہوا ہے، سب پر حاوی ہے"۔ اس کے بعد توحید کا وہ نعرۂ مستانہ ان کی زبان پر آتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ (یوسف: ۴۰) "حکم کا اختیار سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں، حاکمیت صرف اسی کے لیے ہے"۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری!

تو ارشاد فرماتے ہیں اپنے جیل کے ساتھیوں سے کہ حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔ اس نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ اس کی سوا کسی کی بندگی نہ کرو، اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو، یہی ہے دینِ قیم، یہی ہے سیدھا دین، یہی ہے دینِ حق، جو ہمیشہ ہمیش کے لیے قائم رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دینِ حق پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بقیہ : حرف اول

مراجعت کے لئے پابہ رکاب ہیں۔

بحمد اللہ یہ محاضرات ہر اعتبار سے نہایت بھرپور اور کامیاب رہے۔ باسط بلال کے خطابات کو بہت دلچسپی سے سنا گیا اور اس پروگرام کی افادیت کو اہل علم کے حلقوں میں بھی بجا طور پر محسوس کیا گیا۔ معروف صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی نے روزنامہ "جنگ" میں اپنے کالم "جلسہ عام" میں ان محاضرات کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا اور باسط بلال کی اس کاوش کو قابل تحسین قرار دیا۔ شامی صاحب کا یہ کالم ندائے خلافت کی حالیہ اشاعت میں شائع کر دیا گیا ہے --- باسط بلال کا تعارف نامکمل رہے گا اگر سرگودھا میں مقیم ان کی قابل احترام خالہ محترمہ شائستہ جبیں کا ذکر نہ کیا جائے جن کے ذریعے باسط بلال صاحب رجوع الی القرآن کی اس تحریک اور اس کے داعی سے متعارف ہوئے۔ موصوفہ سرگودھا میں ایک گرلز کالج میں لائبریرین ہیں اور گزشتہ کم و بیش دس برسوں سے مرکزی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی سے نہ صرف وابستہ ہیں بلکہ نہایت سرگرم کارکن ہیں۔ صدر مؤسس کے دروس و خطابات کے کیسٹ زیادہ سے زیادہ عام کرنا ان کی زندگی کا مشن ہے۔ انہی کے ارسال کردہ کیسٹ کے ذریعے باسط بلال صاحب کے کانوں تک رجوع الی القرآن کی یہ دعوت پہنچی تھی۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء!